2

# ہمت کے ساتھ آگے بڑھو اور وقفِ جدید کی تحریک کو کامیاب بنانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو

## نوجوان اپنی زندگیاں وقف کریں، احمدی زمیندار دس دس ایکڑ زمین پیش کریں اور دیگر احباب زیادہ سے زیادہ چندہ دیں

(فرمودہ 10 جنوری 1958ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"ہماری جماعت کی حالت کا نقشہ سورہ انفال رکوع 2 میں کھینچا گیا ہے اور اس نقشہ کو شیخ سعدیؒ نے ایک حکایت کے رنگ میں اپنی کتاب "گلستان" میں بیان کیا ہے۔ ہم بچپن میں وہ شعر پڑھا کرتے تھے تو بہت مزہ آیا کرتا تھا۔ یوں تو جب ہم بڑے ہوئے تو حضرت خلیفہ اول نے ہمیں مثنوی مولانا رومؒ بھی پڑھائی تھی مگر وہ زمانہ جب ہمیں مثنوی مولانا روم پڑھائی گئی 1911ء یا 1912ء کا زمانہ تھا اور گلستان اور بوستان اس سے پہلے زمانہ میں ہمیں شروع کرائی گئی تھیں۔ شیخ سعدیؒ نے گلستان میں ایک کہانی لکھی ہے کہ:-

ایک بادشاہ تھا جس کے کئی بیٹے تھے۔ اس کے اَور تو سب بیٹے نہایت خوبصورت تھے اور

بادشاہ اُن سے بہت محبت کیا کرتا تھا لیکن ایک لڑکا بہت چھوٹے قد کا تھا اور اس کی شکل بھی نہایت مکروہ تھی۔ اُس سے وہ سخت نفرت کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک بادشاہ جو اُس سے دشمنی رکھتا تھا اور جس کی طاقت بہت زیادہ تھی اُس پر حملہ آور ہوا۔ جب اُس کی فوج نے اس بادشاہ کے دائیں اور بائیں بڑے زور سے حملہ کیا تو اس کی ساری فوج بھاگ گئی اور میدانِ جنگ میں صرف چند آدمی بادشاہ کے ساتھ رہ گئے۔ جب بادشاہ نے دیکھا کہ اب دشمن مجھے بھی حملہ کر کے قید کر لے گا تو یکدم صفوں کو چیرتا ہوا ایک سوار نکلا جس نے اپنے ہاتھ میں نیزہ پکڑا ہوا تھا۔ وہ پوری ہمت کے ساتھ اپنے دائیں اور بائیں نیزہ چلاتا ہوا آ رہا تھا جس کی وجہ سے دشمن کی فوج تتر بتر ہو گئی۔ پھر اُس نے بادشاہ کی بچی کھچی فوج کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن کی فوج بھاگ گئی۔ وہ شخص حملہ کرتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا

آں نہ من باشم کہ روزِ جنگ بینی پُشتِ من
آں منم کاندر میانِ خاک و خوں بینی سرے

یعنی میں وہ نہیں ہوں کہ جنگ کے دن تُو میری پیٹھ دیکھے بلکہ جنگ کے دن تُو صرف میرا منہ دیکھے گا میری پیٹھ نہیں دیکھے گا۔ اور اگر کوئی شخص مجھ سے میرا کچھ حال پوچھنا چاہے تو میں اُسے یہ بتاتا ہوں کہ میں جب لڑائی میں آؤں گا تو وہ میرے سر کو خاک اور خون میں لتھڑا ہوا پائے گا یعنی میں قتل ہو جاؤں گا لیکن بھاگوں گا نہیں۔ جب فتح ہوئی تو بادشاہ نے پہچان لیا کہ وہ اُس کا وہی بیٹا ہے جس سے وہ نفرت کیا کرتا تھا۔ بادشاہ نے اُسے بلایا، اُس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا میں نے تم پر بڑا ظلم کیا ہے اور تمہاری بڑی بے قدری کی ہے۔ جن کی میں قدر کیا کرتا تھا اور جن سے محبت کیا کرتا تھا وہ تو پیٹھ دکھا کر بھاگ گئے لیکن تم میدان میں رہے اور میری جان کی حفاظت کرنے کے لیے آگے آئے۔ اِس پر اُس لڑکے نے کہا اے باپ!

ہر چہ بقامت کہتر بقیمت بہتر

جو شخص قد و قامت اور صورت کے لحاظ سے ذلیل نظر آتا تھا وہ قیمت کے لحاظ سے بہت بہتر تھا یعنی آپ تو مجھے چھوٹے قد کا آدمی سمجھ کر نفرت سے دیکھا کرتے تھے لیکن آپ کو معلوم ہو گیا کہ جو قد و قامت اور صورت میں ذلیل نظر آتا تھا قیمت کے لحاظ سے وہی بہتر تھا۔1

یہ تو ایک آدمی کا قصہ ہے لیکن ہماری جماعت بھی گو تعداد کے لحاظ سے بہت تھوڑی ہے اور

"بقامت کہتر" کی مصداق ہے لیکن "بقیمت بہتر" ہے۔ امریکہ، یورپ اور باقی ساری دنیا میں اسلام کا جھنڈا وہی گاڑ رہی ہے اور باقی مسلمان جن کو علماء نے اپنے سروں پر اُٹھا رکھا ہے انہوں نے بیرونی ممالک میں کسی مسجد کی ایک اینٹ بھی نہیں لگوائی۔ اس کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے یورپ میں ہماری تین مسجدیں بن چکی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہمارا منشا ہے کہ تھوڑے عرصہ میں ہی ایک اَور مسجد بھی بنا دی جائے۔ ایک مسجد امریکہ میں بنانے کا میں نے آرڈر دے دیا ہے۔ ایک مسجد لندن میں بنی ہے، ایک مسجد ہیگ میں بنی ہے، ایک مسجد ہیمبرگ (جرمنی) میں بنی ہے، ایک فرینکفرٹ (جرمنی) میں بن رہی ہے۔ جب یہ مسجد بن گئی تو اِنْشَاءَ اللّٰہُ ایک مسجد ہنوور (Hanover) (جرمنی) میں بنائی جائے گی۔ پھر ایک زیورچ میں بنے گی۔ پھر ایک روم میں بنے گی۔ پھر ایک نیپلز (Naples) میں بنے گی۔ پھر ایک جنیوا میں بنے گی اور پھر ایک وینس (Venice) میں بنے گی اور اس طرح یہ سلسلہ ترقی کرتا چلا جائے گا۔

بہرحال ہماری جماعت اِس وقت "بقامت کہتر" اور "بقیمت بہتر" کی مصداق ہے جو ہر جگہ مسجدیں بنا رہی ہے۔ مسلمان ہمارے متعلق کہتے ہیں کہ ہم اُن کے مقابلہ میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ مولوی ظفر علی خان صاحب اب تو فوت ہو گئے اور اُن کا معاملہ اللہ تعالیٰ سے ہے۔ جب وہ زندہ تھے تو بڑی حقارت سے لکھا کرتے تھے کہ یہ لوگ تو مسلمانوں میں سَو میں سے ایک بھی نہیں۔ پاکستان کی ساری آبادی جس میں ہندو اور عیسائی بھی شامل ہیں آٹھ کروڑ ہے۔ اگر ہندوؤں اور عیسائیوں کو نکال دیا جائے تو غالباً مسلمانوں کی آبادی پانچ کروڑ رہ جاتی ہے اور ہماری تعداد کا زیادہ سے زیادہ اندازہ دس لاکھ ہے۔ ہندوستان کی آبادی بتّیس کروڑ ہے۔ اس کے ساتھ پاکستان کی آبادی کو ملا لیا جائے تو یہ چالیس کروڑ بن جاتی ہے اور دس لاکھ کی آبادی ان کے مقابلہ میں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی۔

لیکن اب اگر اللہ تعالیٰ ہمیں طاقت بخشے اور یہ نئی تحریک جو میں نے کی ہے پھیل جائے تو پھر امید ہے کہ ہماری جماعت اس ملک میں ایک نمایاں مقام پیدا کر لے گی۔ میں نے جلسہ سالانہ پر اس کے متعلق تحریک کی تھی اور پھر پچھلے جمعہ کے خطبہ میں بھی اس کا ذکر کیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بیسیوں خطوط جماعت کے افراد کے آئے۔ انہوں نے لکھا کہ ہم نے جلسہ سالانہ کے موقع پر آپ کی تقریر کا مفہوم

نہیں سمجھا تھا مگر اب جو آپ کا پیغام چھپا ہے تو ہم نے اس کی حقیقت کو سمجھا ہے۔ اس لیے اب ہم نے وقف اور روپیہ کے لیے اپنے نام لکھوانے شروع کر دیئے ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد اب تک چالیس وقف آچکے ہیں اور بارہ ہزار کے قریب آمد کا اندازہ ہے۔

میں نے جو شکل وقف کی جماعت کے سامنے پیش کی ہے اور جس کے ماتحت میرا ارادہ ہے کہ پشاور سے کراچی تک اصلاح وارشاد کا جال بچھا دیا جائے اس کے لیے ابھی بہت سے روپیہ کی ضرورت ہے۔ اس کام کے لیے کم سے کم چھ لاکھ روپیہ سالانہ کی ضرورت ہے۔ اگر چھ لاکھ روپیہ سالانہ آنے لگ جائے تو پھر پچاس ہزار روپیہ ماہوار بنتا ہے اور اگر ہم ایک واقفِ زندگی کا ماہوار خرچ پچاس روپیہ رکھیں تو ایک ہزار مراکز قائم کیے جا سکتے ہیں اور اس طرح ہم پشاور سے کراچی تک رُشد واصلاح کا جال پھیلا سکتے ہیں۔ بلکہ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ہم نے رُشد و اصلاح کے لحاظ سے مشرقی اور مغربی پاکستان کا گھیرا کرنا ہے تو اس کے لیے ہمیں ایک کروڑ روپیہ سالانہ سے بھی زیادہ کی ضرورت ہے۔ اگر ڈیڑھ کروڑ روپیہ سالانہ آمد ہو تو بارہ لاکھ پچاس ہزار روپیہ ماہوار بنتا ہے۔ اگر بارہ لاکھ روپیہ بھی ماہوار آئے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ ایک واقفِ زندگی کا پچاس روپیہ ماہوار خرچ مدنظر رکھتے ہوئے ہمارے چوبیس ہزار نئی طرز کے واقفِ زندگی بن جاتے ہیں۔ اور چوبیس ہزار واقفِ زندگی دو لاکھ چالیس ہزار میل کے اندر پھیل جاتے ہیں کیونکہ ہم نے دس دس میل پر ایک ایک آدمی رکھنا ہے اور گو ابھی تو اتنی رقم جمع نہیں ہو سکتی لیکن اگر اتنی رقم جمع ہو جائے تو خدا تعالیٰ کے فضل سے چوبیس ہزار آدمی رکھے جا سکتے ہیں۔ ہاں! اگر یہ واقفِ زندگی ہمت کریں اور خوب کوشش کر کے جماعت بڑھانی شروع کر دیں تو ممکن ہے کہ اگلے سال ہی یہ صورت پیدا ہو جائے۔ اب تک جو آمد آئی ہے وہ ایسی نہیں کہ اُس پر زیادہ تعداد میں نوجوان رکھے جاسکیں۔ لیکن جب روپیہ زیادہ آنا شروع ہو گیا اور نوجوان بھی زیادہ تعداد میں آ گئے اور انہوں نے ہمت کے ساتھ جماعت کو بڑھانے کی کوشش کی تو جماعت کو پتا لگ جائے گا کہ یہ سکیم کیسی مبارک اور پھیلنے والی ہے۔

اِس سکیم میں چودھری ظفراللہ خاں صاحب نے جہاں اپنی طرف سے اور اپنے خاندان کی طرف سے چندہ لکھوایا ہے وہاں انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ کراچی کے پاس ٹھٹھہ میں میری زمین ہے اُس میں سے میں اس سکیم کے ماتحت دس ایکڑ زمین وقف کرتا ہوں۔ دس ایکڑ میں خود اِنْشَاءَ اللّٰہُ

ضلع تھرپارکر یا حیدر آباد کے ضلع میں وقف کروں گا۔ اور ابھی تو اَور بہت سے احمدی زمیندار ہیں جو اِس غرض کے لیے زمین وقف کر سکتے ہیں۔ پھر ایک ایک، دو دو ایکڑ دے کر کئی آدمی مل کر بھی اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ بہرحال چودھری صاحب کی زمین اور میری وقف شدہ زمین میں دو مرکز بن جائیں گے۔ تیسرا مرکز ضلع مظفر گڑھ میں بنے گا۔ وہاں کے ایک نوجوان نے لکھا ہے کہ میرا ایک مربع ہے جو مجھے فوجی خدمات کے صِلہ میں ملا ہے وہ مربع میں آپ کی اس سکیم میں دیتا ہوں۔ مگر کوئی وجہ نہیں کہ ہم اُس کو اِس طرح ساری زمین سے محروم کر دیں۔ میں نے یہ تجویز سوچی ہے کہ ہم ان سے کہیں گے کہ اس زمین میں سے دس ایکڑ ہمیں کرایہ پر دے دے اور باقی پندرہ ایکڑ وہ خود استعمال کرے۔ اور دس ایکڑ کوئی معمولی زمین نہیں۔ ہالینڈ میں مَیں نے دریافت کیا تھا وہاں تین ہزار روپیہ فی ایکڑ آمد ہوتی ہے۔ اگر تین ہزار فی ایکڑ آمد ہو تو دس ایکڑ سے تیس ہزار آمد ہو سکتی ہے۔ اگر سَو مربع ہمیں اِس سکیم میں مل جائے تو پچھتّر لاکھ سالانہ آمد ہو جاتی ہے اور اس سے ہم سارے مشنوں کا خرچ چلا سکتے ہیں۔ طریق ہم بتائیں گے کام کرنا ہمارے مبلّغوں کا کام ہے۔ اگر ان کو خدا تعالیٰ اسلام کی خدمت کا جوش دے اور وہ شیخ سعدیؒ کے بیان کردہ واقعہ کو یاد رکھیں تو یہ سکیم بہت اچھی طرح چلائی جاسکتی ہے۔ کیونکہ جن لوگوں میں کام کرنے کی روح پائی جاتی ہو وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم حقیر اور ذلیل ہیں وہ صرف یہ بات مانتے ہیں کہ

آں نہ من باشم کہ روزِ جنگ بینی پُشتِ من
آں منم کاَندر میانِ خاک و خوں بینی سرے

میں وہ نہیں ہوں کہ جس کی پیٹھ تُو جنگ میں دیکھے بلکہ تُو میرے سر کو میدان میں خاک وخون میں لتھڑا ہوا پائے گا۔ ہماری جنگ تلوار کی جنگ نہیں بلکہ دلائل کی جنگ ہے اور دلائل کی جنگ میں جس شخص میں کام کرنے کی روح پائی جاتی ہو وہ یہی کہتا ہے کہ میں وہ نہیں جو دلائل کے میدان میں اپنی پیٹھ دکھاؤں بلکہ اگر مقابلہ کی صورت پیدا ہوئی تو میں سب سے آگے ہوں گا اور جب تک میری جان نہ چلی جائے میں قربانی کا عہد نہیں چھوڑوں گا۔ اگر اس طرز پر عمل کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ سکیم بہت شاندار طور پر کامیاب ہوگی۔ ابھی تو میری جلسہ سالانہ کی تقریر پر صرف چودہ دن گزرے ہیں لیکن اب آکر لوگوں کو میری تحریک کا احساس ہوا ہے اور انہوں نے اپنے نام لکھوانے شروع کیے ہیں۔

اِسی طریق پر ہر تحریک بڑھتی ہے۔

جب میں نے تحریک جدید کا اعلان کیا تو جماعت کے لوگوں نے مجھے لکھا تھا کہ ہم نے تو آپ کی تحریک کا یہ مطلب سمجھا تھا کہ ساٹھ ہزار روپیہ جمع کرنا ہے مگر اب وہ کام لاکھوں تک پہنچ گیا ہے۔ مجھے یاد ہے ایک دوست نے مجھے لکھا کہ میں نے آپ کی تحریک پر بہت سا چندہ لکھوا دیا تھا اور یہ سمجھا تھا کہ آپ نے صرف ایک ہی دفعہ چندہ مانگا ہے لیکن اب میں اپنا چندہ کم نہیں کروں گا بلکہ اپنے وعدہ کے مطابق دینے کی کوشش کروں گا۔ اس کے علاوہ اَور بھی کئی لوگ تھے جنہوں نے اُس وقت سَو سَو، دو دو سَو روپیہ چندہ لکھوا دیا تھا مگر بعد میں انہوں نے اُس چندہ کو کم نہ کیا اور بڑھتے بڑھتے وہ سولہ سو، دو ہزار یا اڑھائی ہزار چندہ دینے لگ گئے۔

یہ تحریک بھی آہستہ قدموں سے شروع ہوئی ہے لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے مجھے امید ہے کہ جماعت میں اس قدر اخلاص اور جوش پیدا ہو جائے گا کہ وہ لاکھوں اور کروڑوں روپیہ دینے لگ جائے گی۔ تم یہ نہ دیکھو کہ ابھی ہماری جماعت کی تعداد زیادہ نہیں۔ اگر یہ سکیم کامیاب ہوگئی تو تم دیکھو گے کہ دو تین کروڑ لوگ تمہارے اندر داخل ہو جائیں گے۔ اور جب دو کروڑ اَور آدمی تمہارے ساتھ شامل ہو جائیں گے تو آمد کی کمی خود بخود دُور ہو جائے گی۔ دو کروڑ آدمی چھ روپیہ سالانہ دے تو بارہ کروڑ بن جاتا ہے۔ اگر ایک کروڑ روپیہ ماہوار آمد ہو تو دو لاکھ مبلّغ رکھا جا سکتا ہے جو بیس لاکھ میل کے رقبہ میں پھیل جاتا ہے اور اتنا رقبہ تو سارے پاکستان کا بھی نہیں۔ پس ہمّت کر کے آگے بڑھو اور وہی نمونہ دکھلاؤ کہ

آں نہ من باشم کہ روزِ جنگ بینی پُشتِ من
آں منم کاَندر میانِ خاک و خوں بینی سرے

دشمن تمہارے مقابلہ میں کھڑا ہے اور یہ جنگ روحانی ہے جسمانی نہیں۔ اس جنگ میں دلائل اور دعاؤں سے کام لینا اصل کام ہے۔

صحابہؓ کو دیکھ لو وہ تلواروں سے لڑتے تھے اور میدانِ جنگ میں ان کی گردنیں کٹتی تھیں مگر وہ اس سے ذرا بھی نہیں گھبراتے تھے۔ جنگِ اُحد کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے متعلق ہدایت فرمائی کہ اُسے تلاش کرو وہ کہاں ہے۔ صحابہؓ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی لاش دوسری لاشوں کے نیچے کہیں دبی پڑی ہے اس لیے وہ کہیں ملی نہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور پھر تلاش

کرو۔ چنانچہ بہت تلاش کے بعد وہ صحابی ملے۔ وہ زخمی تھے اور پیٹ پھٹا ہوا تھا۔ تلاش کرنے والے صحابی نے کہا اپنے رشتہ داروں کو کوئی پیغام پہنچانا ہے تو دے دو ہم پہنچا دیں گے۔ وہ کہنے لگے اَور تو کوئی پیغام نہیں میرے عزیزوں تک صرف اِتنا پیغام پہنچا دینا کہ جب تک ہم زندہ رہے ہم نے اپنی جانیں قربان کر کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی۔ اب یہ فرض تم پر ہے۔ اور میری آخری خواہش یہ ہے کہ میرے خاندان کے سارے افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جانیں قربان کر دیں۔ اگر تم ایسا کرو تو میری یہ موت خوشی کی موت ہوگی۔2

تو دیکھو صحابہؓ نے تو عملی طور پر قربانیاں کی تھیں اور تمہاری مثال ایسی ہی ہے جیسے کہتے ہیں ''تھوک میں بڑے پکائے''۔ دلیلیں دینا کونسی بڑی بات ہے۔ دلیلیں دے کر گھر آ گئے۔ لیکن وہاں یہ ہوتا تھا کہ صحابہؓ میدانِ جنگ میں جاتے تھے اور پھر بسا اوقات اُنہیں اپنے بیوی بچوں کی دوبارہ شکل دیکھنی بھی نصیب نہیں ہوتی تھی۔ ایک عورت کے متعلق تاریخ میں لکھا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ تبوک کے لیے تشریف لے گئے تو اُس کے خاوند کو آپ نے کسی کام کے لیے باہر بھیجا ہوا تھا۔ جب وہ صحابی مدینہ واپس آئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف تشریف لے جا چکے تھے اور اُس صحابی کو اِس کا علم نہیں تھا۔ وہ صحابی سیدھے گھر آئے۔ اپنی بیوی سے انہیں بہت محبت تھی۔ وہ گھر میں گھسے اور بیوی اُنہیں نظر آئی تو انہوں نے آگے بڑھ کر اُسے اپنے جسم سے چمٹا لیا لیکن اُس زمانہ کی عورتیں بھی اِس زمانہ کے مردوں سے زیادہ مخلص ہوتی تھیں۔ اس عورت نے خاوند کو دھکّا دیا اور کہنے لگی تجھے شرم نہیں آتی کہ خدا تعالیٰ کا رسول تو جان دینے کے لیے رومیوں کے مقابلہ کے لیے گیا ہوا ہے اور تجھے اپنی بیوی سے پیار کرنا سُوجھتا ہے۔ اِس بات کا اُس پر ایسا اثر ہوا کہ اُسی وقت اُس نے اپنا گھوڑا پکڑا اور سوار ہو کر تبوک کی طرف چلا گیا اور کئی منزلوں پر جا کر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل گیا۔ تو اِس قسم کی ہمت اگر تم بھی اپنے اندر پیدا کر لو تو دین کی اشاعت کوئی مشکل امر نہیں۔

چند دنوں کی بات ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت اُترنے والی ہے۔ اب یہ ناممکن ہے کہ زیادہ عرصہ تک آسمان اپنی مدد کو روکے رکھے۔ کوئی پچیس چھبیس سال تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دشمنوں کی گالیاں سنیں، اُن سے پتھر کھائے، اینٹیں کھائیں، ماریں کھائیں لیکن تبلیغ جاری رکھی۔ اس کے بعد قریباً پچاس سال تک یہ کام ہم نے کیا۔ یہ سارا زمانہ مل کر پچھتّر سال کا ہو جاتا ہے۔ آخر

اللہ تعالیٰ ایسا تو نہیں کہ پچھتّر سال تک ایک قوم کو گالیاں دلوائے، ماریں کھلائے، پتھر مروائے اور پھر چُپ کر کے بیٹھا رہے۔ اب میں سمجھتا ہوں بلکہ مجھے یقین ہے کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آسمان سے اُترے گی اور گو ساری دنیا میں احمدیت پھیل جانے میں ابھی دوسَو سال باقی ہیں لیکن ساری دنیا میں پھیلنے کے تو یہ معنے ہیں کہ امریکہ میں بھی پھیل جائے، انڈونیشیا میں بھی پھیل جائے، کینیڈا میں بھی پھیل جائے، چین میں بھی پھیل جائے، اٹلی میں بھی پھیل جائے، جرمنی اور فرانس میں بھی پھیل جائے۔ ایسا بھی ایک دن ضرور ہو گا لیکن ابھی ہمیں صرف اپنے ملک میں پھیلنے کی ضرورت ہے اور اتنی ترقی مَیں سمجھتا ہوں کہ اَسّی سال کے اندر اندر ہو جانی چاہیے اور اس میں اب صرف چند سال باقی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 1882ء میں دعویٰ کیا اور 1908ء میں آپ فوت ہوئے۔ یہ چھبیس سال کا عرصہ ہو گیا۔ چھبیس سال کے بعد پھر پچاس سال اب تک کے ملائے جائیں تو چھہتّر سال بن جاتے ہیں۔ اور اگر ہم یہ عرصہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش سے لیں تو 1835ء میں آپ پیدا ہوئے اور 1935ء میں آپ پر سَو سال ہو گئے۔ ہمارا فرض تھا کہ 1935ء میں ہم ایک بہت بڑی جوبلی مناتے لیکن ہماری جماعت نے 1939ء میں خلافت جوبلی تو منائی لیکن 1935ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صد سالہ جوبلی بُھول گئی۔ اب بھی وقت ہے کہ جماعت اِس طرف توجہ کرے۔ سَو سال کی جوبلی بڑی جوبلی ہوتی ہے۔ جب جماعت کو وہ دن دیکھنے کا موقع ملے تو اس کا فرض ہے کہ وہ یہ جوبلی منائے۔ اب تک انہوں نے چھہتّر سال کا عرصہ دیکھا ہے اور چوبیس سال کے بعد سَو سال کا زمانہ پورا ہو جائے گا۔ اُس وقت جماعت کا فرض ہو گا کہ ایک عظیم الشان جوبلی منائے۔ اِس سَو سال کے عرصہ میں سارے پاکستان کو خواہ وہ مغربی ہو یا مشرقی ہم نے احمدی بنانا ہے۔ اس کے بعد جو لوگ زندہ رہیں گے وہ اِنْشَاءَ اللّٰہُ وہ دن بھی دیکھ لیں گے جب ساری دنیا میں احمدی ہی احمدی ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو اِس جماعت سے باہر ہیں وہ رفتہ رفتہ اِس قدر کم ہو جائیں گے کہ اُن کی حیثیت بالکل ادنیٰ اقوام کی سی ہو جائے گی۔

پس ہمت سے آگے بڑھو، زیادہ سے زیادہ چندے لکھواؤ اور جو لوگ آنریری سیکرٹری کے طور

پر کام کر سکتے ہوں وہ اپنے آپ کو آنریری سیکرٹری بنالیں اور شہر میں یا باہر جہاں کہیں جائیں وہاں احمدیوں سے مل کر یا غیر جو اثر قبول کریں اُن سے مل کر زیادہ سے زیادہ چندہ لینے کی کوشش کریں تا کہ ہمارا چندہ جلدی جلدی بارہ لاکھ تک پہنچ جائے۔ اِسی طرح نوجوانوں کو وقفِ زندگی کی تحریک کریں۔ یہ ایسا چھوٹا وقف ہے کہ پرائمری تک کے آدمی کو بھی ہم لے لیتے ہیں۔ ہم جو مرکز بنائیں گے اور پھر اسے قائم کریں گے وہاں ہم ایک زیادہ تعلیم یافتہ شخص رکھ لیں گے اور اُس کے ساتھ پرائمری پاس شخص کو لگا دیں گے۔ اور تعلیم اردو میں دیں گے۔ اردو زبان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کئی کتابیں ہیں۔ مثلاً درِّثمین ہے، تحفہ گولڑویہ ہے، سرمہ چشم آریہ ہے، براہین احمدیہ حصہ پنجم ہے، ازالہ اوہام ہے، فتح اسلام ہے وہ یہ کتابیں اُن کو پڑھائیں گے۔ میں نے دیکھا ہے کہ جو لوگ اِن کتابوں کو پڑھ لیتے ہیں وہ بڑے سے بڑے مولویوں کے اعتراضات کے ایسے جواب دے سکتے ہیں کہ وہ بول نہیں سکتے۔ اِسی طرح ہم تفسیر صغیر پڑھائیں گے۔ پھر جب کچھ قابلیت بڑھ جائے تو وہ سیر روحانی پڑھیں، احمدیت، دعوۃ الامیر، تحفۃ الملوک اور تحفہ شہزادہ ویلز پڑھیں۔ اِن ساری کتابوں کو پڑھ لیا جائے تو عیسائیوں کا اور مسلمانوں میں سے غلط رستہ پر چلنے والے مولویوں کے اعتراضات کا بڑی عمدگی سے ازالہ کیا جا سکتا ہے۔ اِسی طرح دیباچہ تفسیر القرآن ہے۔ اس کے متعلق تمام مبلغ لکھتے ہیں کہ اِس کو ہم ہر وقت ساتھ رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ہم ہر علمی مجلس میں غالب آتے ہیں۔ ان سب کتابوں کو غور سے پڑھ لیا جائے تو بڑی علمی قابلیت پیدا ہو سکتی ہے۔ اب تو یہاں پادری زیادہ تعداد میں نہیں۔ زیادہ تر اپنے ممالک کو واپس چلے گئے ہیں۔ تھوڑے سے پادری موجود ہیں جن کے لیے اِن کتابوں سے بہت حد تک علم سیکھا جا سکتا ہے۔ یا ہندوستان جانے کا موقع ملے تو وہاں پنڈت موجود ہیں اُن کے لیے سرمہ چشم آریہ اور چشمہ معرفت وغیرہ کتابیں ہیں وہ پڑھ لی جائیں تو انسان ان کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ باقی لوگوں کے لیے ہندوستان اور پاکستان میں دوسری کتابیں زیادہ مفید ہیں جیسے ازالہ اوہام ہے، توضیح مرام ہے، فتحِ اسلام ہے، تحفہ گولڑویہ ہے یہ اردو میں پڑھ لی جائیں تو تمام مولویوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ یا سرمہ چشم آریہ اور چشمہ معرفت کے ذریعہ ہندوستان میں جا کر پنڈتوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ میں نے بعض کتابوں کا گورمکھی میں ترجمہ کر دیا ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ ان کتابوں کے متعلق سکھوں اور ہندوؤں کے بڑی کثرت سے خطوط آتے ہیں کہ ہم نے ان کو

پڑھا تو یوں معلوم ہوا کہ آسمانی نور ہمیں ملا ہے ہمیں اَور کتابیں بھجوائی جائیں کیونکہ ان کے ذریعہ سے ہماری روحانی آنکھیں کھل گئی ہیں"۔ (الفضل 16 جنوری 1958ء)

---

1 : گلستان سعدی مترجم صفحہ 24 مطبوعہ کراچی 1969ء

2 : سیرت ابن ہشام جلد 3 صفحہ 100۔101 مطبوعہ مصر 1936ء